حدیث میں امام اعظمؒ کی تصنیف ''کتاب الآثار''

(وہ کتابیں اپنے آباء کی......اس عنوان کے تحت اسلام کے مصادر و مراجع میں سے کسی ایک کتاب کا تفصیلی تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس بار مشہور کتاب ''کتاب الآثار'' کا تعارف نذر قارئین ہے)

مولانا علی صدیقی

امام اعظمؒ ۱۲۰ھ میں جامع کوفہ کی اس مشہور علمی درسگاہ میں جلوہ افروز ہوئے جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے زمانے سے باقاعدہ چلی آرہی تھی تو آپ نے جہاں فقہ کا عظیم الشان فن اجتماعی محنت سے مدون کیا، وہیں فقہ کے ابواب پر مشتمل حدیثوں کا ایک مجموعہ بھی صحیح اور معمول بہ روایات سے انتخاب فرما کر مرتب کیا اور اس کو اپنے تلامذہ کے سامنے لیکچرز کی صورت میں پیش کیا، اسی کا نام ''کتاب الآثار'' ہے اور آج امت اسلامیہ کے علمی سرمایہ میں احادیث صحیحہ کی سب سے قدیم کتاب یہی ہے، جو دوسری صدی کے ربع ثانی کی تالیف ہے، امام اعظمؒ سے پہلے حدیث نبوی کے جتنے مجموعے اور صحیفے تھے، ان کی ترتیب فنی نہ تھی بلکہ ان کے جامعین نے کیف ما اتفق حدیثوں کے مجموعے تیار کئے تھے، گویا جس کام کی ابتداء بقول حافظ ابن حجر عسقلانیؒ امام شعبیؒ نے کی تھی، اسی کو امام اعظمؒ نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ مکمل فرمایا اور بعد کے آنے والوں کے لئے ترتیب وتبویب کی شاہراہ قائم کردی۔

''کتاب الآثار'' اس دور کی تمام تصانیف سے پہلے کی تصنیف ہے، اس دور کے تمام مصنفین ابن جریج کو چھوڑ کر امام اعظمؒ کے بعد ہیں، سب اگرچہ قرن ثانی کی پیداوار اور معاصر ہیں، مگر امام اعظمؒ سے کسی نہ کسی درجے میں متاخر ہیں اور صرف متاخر نہیں، بلکہ امام اعظمؒ کی جلالت علمی کے قدردان ہیں۔

''کتاب الآثار'' کا طریق تالیف:......کتاب الآثار کا طریق تالیف، تعلیم کتب اور تعلیم روایات کا نہیں بلکہ تعلیم علوم وفنون کا ہے، یعنی بذریعہ درس واملا شیوخ سے علم حاصل کرنا، تمام علوم اور مہمات فنون عربیہ کے لئے صدر اول میں یہی طریقہ رائج تھا، آغاز میں اس طرز تالیف کی بنیاد یوں پڑی کہ تلامذہ اپنے حفظ و یادداشت کے لئے اساتذہ کے تمام امالی یا ان کا خلاصہ لکھ لیا کرتے تھے، لیکن آگے چل کر یہ چیز اس قدر مقبول ہوئی کہ اقسام تصنیف میں ایک خاص قسم بن گئی اور خود اساتذہ اور علمائے فن اپنی مرویات بطور تصنیف مرتب کرنے لگے، اس طرح کہ حلقہ درس میں مطالب و مسائل املا

کراتے اور ساتھ ساتھ خود بھی لکھتے جاتے یا پہلے مجموعہ مرتب کر لیتے اور پھر اسی کو املا کراتے، حدیث میں یہ طریق تمام علوم سے زیادہ رائج اور مقبول ہوا اور محدثین کے یہاں اسے ایک خصوصی مقام حاصل ہو گیا، چنانچہ محدثین نے سماع من لفظ الشیخ کی دو مختلف صورتوں میں سے ایک قسم املا کو قرار دیا ہے اور یہ محدثین کی بیان کردہ ان تمام قسموں میں سے جو تحمل روایت کیلئے مشہور ہیں، ایک اور اعلیٰ قسم ہے، چنانچہ علامہ یمانی نے توضیح الافکار میں حافظ زین الدین عراقی کے حوالہ سے لکھا ہے:

سواء أحدث من كتابه أومن حفظه بإملاء أوبغير إملاء وهو أرفع الأقسام.(تنقیح الأنظار:۲/ ۲۹۸)

محدثین نے اس انداز تالیف کی خاطر تلامذہ کے لئے جو تعبیری زبان مقرر کی ہے، ان میں سب سے اعلیٰ وارفع اگرچہ خطیب بغدادی کے خیال میں تو سماع ہی ہے لیکن ابن اصلاح حدثنا کو اور ابن کثیر حدثنی کو ارفع بتاتے ہیں، حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر فرماتے ہیں کہ عبدالمالک بن عبدالعزیز ۱۵۰ھ جو ابن جریج کے نام سے مشہور ہیں اور جن کے بارے میں حافظ عسقلانی نے انکشاف کیا ہے کہ حدیث کے پہلے مصنف یہی ہیں، ان سے حجاج بن محمد مصیصی نے ان کی کتابیں اسی طرح روایت کی ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

لا سيما من عرف أنه لا يروى إلا ما سمعه كحجاج بن محمد فروي كتب ابن جريج بلفظ : قال ابن جريج فحملها الناس عنه واحتجوا بها۔(تنقیح الأنظار:۲/۲۹۸)

علامہ محی الدین عبدالحمید نے اس طریق کو بے حد سراہا ہے اور اسے تالیف و تدریس میں سب سے اعلیٰ قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

"حدیث حاصل کرنے کے طریقوں میں سب سے اونچا، ترقی یافتہ اور قوی ترین طریق یہ ہے کہ راوی شیخ کے الفاظ سنے، خواہ شیخ کسی دستاویز سے املا کرا رہا ہو، یا زبانی یادداشت سے، املا کرانا تحدیث من غیر املا سے اونچا ہے"۔(تعليقات على التوضيح :۲/۲۹۵)

حافظ ابن اصلاح نے بھی نقل حدیث اور تحمل روایت میں اسے سب سے اونچی قسم قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

هذا القسم أرفع الأقسام عند الجماهير۔(مقدمه ابن الصلاح)

کتاب الآثار بھی اسی قسم کا املائی مجموعہ ہے اور امام اعظم کا قائم کردہ یہ طریق تصنیف کچھ ایسا مقبول ہوا ہے کہ بعد میں امام کے تلامذہ نے بھی اپنی تصنیف میں اسے ہی اپنایا ہے، چنانچہ حافظ قاسم بن قطلوبغا "منية الألمعي" کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

إن المتقدمين من علمائنا كانوا يحلون المسائل الفقهية و أدلتها من

الأحاديث النبوية بأسانيدهم كأبي يوسف في كتاب الخراج والأمالي و محمد في كتاب الأصل والسير وكذا الطحاوي والخصاف والرازي والكرخي۔(منية الألمعي: صفحه۸)

کتاب الآثار کے نسخے:......جیسے مؤطا کو امام مالکؒ سے ایک سے زیادہ اصحاب مالکؒ نے روایت کیا ہے، ایسے ہی کتاب الآثار کو بھی امام اعظمؒ سے ان کے ایک سے زیادہ اصحاب نے روایت کیا ہے اور اس روایت کے ایک سے زیادہ ہونے کی وجہ سے جیسے مؤطا اور حدیث کی دوسری کتابوں کے نسخے متعدد ہوگئے، ایسے ہی کتاب الآثار کے بھی راویوں کے متعدد ہونے کی وجہ سے نسخے ایک سے زیادہ ہوگئے ہیں۔ کتاب الآثار کو امام اعظمؒ سے جن تلامذہ نے روایت کیا ہے، ان کی تعداد تو زیادہ ہے لیکن ان میں مشہور چار ہیں:

(۱)......کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ (۲)......کتاب الآثار بروایت امام ابو یوسف (۳)......کتاب الآثار بروایت امام زفرؒ (۴)......کتاب الآثار بروایت امام حسن بن زیادؒ

کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ:......یہ امام محمدؒ کا روایت کردہ نسخہ ہے اور یہ نسخہ تمام نسخوں میں سب سے زیادہ مقبول اور مشہور ہے، اسی کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے "تعجیل المنفعة بزوائد رجال الاربعه" کے مقدمہ میں لکھا ہے:

والموجود من حديث أبي حنيفة مفرداً إنماهو كتاب الآثار التي رواها محمد بن الحسن عنه۔(تعجيل المنفعة برجال الأئمة الأربعة: صفحه۴)

اس نسخے میں جن راویوں سے حدیثیں مروی ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کے حالات پر دو کتابیں لکھی ہیں، پہلی تصنیف جو مستقل طور پر رجال کتاب الآثار سے متعلق ہے، اس کا نام "الایثار بمعرفة رواة الآثار" ہے، اس کا ذکر نواب علامہ صدیق حسن خاں نے "اتحاف النبلاء المتقین" میں کیا ہے، مگر نام غلط درج ہوگیا، "الایثار بمعرفة معانی الآثار" نہیں بلکہ "الایثار بمعرفة رواة الآثار" ہے، اتحاف میں مصنّف کا بھی ذکر نہیں ہے، اس کے مصنّف حافظ ابن حجر عسقلانی ہیں، اس کتاب کا ذکر خود حافظ عسقلانی نے "تعجیل المنفعة" کے مقدمہ میں بھی کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

"میں نے کتاب الآثار کے رجال پر علیحدہ مستقل کتاب لکھی ہے کیونکہ بعض حنفی ماہر بزرگوں میں سے ایک بزرگ نے مجھ سے درخواست کی کہ میں کتاب الآثار کے رجال پر مستقل کتاب لکھوں، میں نے ان کی یہ درخواست قبول کی اور کتاب الآثار کے رجال پر کتاب لکھی، اس میں جو اکابر "تہذیب" میں آچکے ہیں، ان کا تو صرف نام ہی ذکر کردیا اور تہذیب کا حوالہ دے دیا ہے اور ان کے علاوہ کے حالات لکھے ہیں۔(تعجیل المنفعة:۹)

دوسری تصنیف "تعجیل المنفعة بزوائد رجال الأربعة" ہے، اس میں حافظ ابن حجر نے صرف ان راویوں

کا تذکرہ کیا ہے جن سے ائمہ اربعہ امام اعظمؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے اپنی اپنی تصانیف میں حدیثیں نقل کی ہیں مگر صحاح ستہ میں ان کے حوالے سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے، دراصل حافظ ابوعبداللہ محمد بن علی بن حمزہ الحسینی نے ایک کتاب ''التذکرة برجال العشرة'' کے نام سے لکھی تھی اور اس میں حافظ ابوعبداللہ نے ائمہ ستہ بخاری، مسلم، ابو داود، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ کے ساتھ ائمہ اربعہ ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد کی تصانیف کے راویوں اور رجال کا تذکرہ لکھا اور اس کا نام ''التذکرة برجال العشرة'' رکھا اور ائمہ ستہ کے ساتھ ائمہ اربعہ کے رجال لکھنے کی وجہ خود ہی یہ بتائی ہے:

ذكرت رجال الأئمة الأربعة المقتدى بهم لأن عمدتهم في الاستدلال لهم لمذاهبهم في الغالب على ماروه في مسانيدهم بأسانيدهم فإن المؤطا لمالك هومذهبه الذي بدين الله به اتباعه ويقلّدونه مع أنه لم يرو فيه إلا الصحيح عنده وكذلك مسند الشافعي موضوع لأدلته على ماصح عنده من مروياته وكذلك مسند أبي حنيفة في اما مسند أحمد فإنه أعم من ذلك واشمل۔(تعجيل المنفعة: صفحه ۴)

علامہ ابوجعفر الکتانی نے ائمہ ستہ فی الحدیث اور ائمہ اربعہ فی المذہب کی کتابوں کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے:

فهذه هي كتب الأئمة الأربعة وباضافتها إلى الستة الأولىٰ تكمل الكتب العشرة التي هي أصول الإسلام وعليها مدار الدين۔(الرسالة المستطرفة: صفحه ۱۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے چونکہ ''تہذیب التہذیب'' اور ''تقریب'' کے نام سے ائمہ ستہ کی کتابوں کے رجال پر دو کتابیں لکھی ہیں، اس لئے حافظ عسقلانی نے ائمہ اربعہ کی تصانیف کے راویوں کے لئے ایک مستقل کتاب ''تعجیل المنفعة'' کے نام سے اور اس میں جیسا کہ خود حافظ صاحب نے تصریح کی ہے، صرف ان اشخاص کے حالات لکھے ہیں جو ائمہ اربعہ کی کتابوں میں آئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

فلذلك اقتصرت على رجال الأربعة وسميته تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة۔(تعجيل المنفعة :صفحه ۸)

حیرت ہے کہ علامہ نواب صدیق حسن خان نے ''اتحاف النبلاء المتقین'' میں علامہ شوکانی کے حوالے سے کتاب کا نام ''تعجیل المنفعة برجال الاربعة'' لکھ کر الاربعہ کو سنن اربعہ کا مصداق قرار دیا ہے اور صاحب کشف الظنون کی اس بات میں تغلیط کی ہے کہ اربعہ سے ائمہ اربعہ مجتہدین مراد ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

کشف الظنون گفته بروایت رجال الأئمة الأربعة یعنی المذاهب واین مسامحت است ازوے۔(اتحاف النبلاء :صفحه۴۱)

حالانکہ خود حافظ صاحب کی تصریح سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ''اربعہ'' سے مراد ائمہ اربعہ ہیں یعنی امام ابوحنیفہ، شافعی، مالک اور احمد، نہ کہ ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ...... علامہ ابوجعفر الکتانی نے مسند امام ابوحنیفہ پر تبصرہ کرتے ہوئے صاف لکھا ہے:

والذی اعتبره الحافظ ابن حجر في كتابه تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأربعة هوما أخرجه الإمام الذكي الحافظ أبوعبدالله الحسين بن محمد بن خسرو۔(الرسالة المستطرفة: صفحه١٦)

غالباً نواب صاحب نے خود ''تعجیل المنفعۃ'' کا مطالعہ نہیں فرمایا ورنہ زبان قلم پر یہ بات نہ آتی۔ الغرض بتانا یہ چاہتا ہوں کہ حافظ عسقلانی نے رجال ائمہ اربعہ کے ذیل ہی میں کتاب الآثار کے بھی رجال لکھے ہیں، مشہور محدث حافظ سخاوی نے ''الاعلان بالتوبیخ'' میں کتاب الآثار کے رجال پر ایک اور کتاب کی بھی نشان دہی کی ہے، فرماتے ہیں:

وللزين قاسم الحنفي رجال كل من الطحاوي والمؤطا لمحمدبن الحسن والآثار و مسند أبي حنيفة لابن المقري۔(الإعلان بالتوبيخ :صفحه١١٧)

حافظ زین الدین قاسم بن قطلوبغا کی اس کتاب کا علامہ الکتانی نے ''الرسالۃ المستطرفہ'' میں بھی تذکرہ کیا ہے، ملا کاتب چلپی نے ''کشف الظنون'' میں کتاب الآثار امام محمد پر حافظ ابوجعفر طحاوی کی شرح کا بھی ذکر کیا ہے، حافظ سخاوی نے ''الضوء اللامع'' میں علامہ تقی الدین احمد بن علی مقریزی کی کتاب ''تاریخ العھود'' کے حوالہ سے حافظ قاسم کی تصانیف میں ''التعلیقات علی کتاب الآثار'' بھی لکھی ہے۔

امام محمد سے اس کتاب کو ان کے متعدد شاگردوں نے روایت کیا ہے، مطبوعہ نسخہ امام ابوحفص کبیر اور ابوسلیمان جوزجانی کا روایت کردہ ہے۔(ان کا نام موسیٰ بن سلیمان اور کنیت ابوسلیمان ہے، حافظ عبدالقادر قرشی فرماتے ہیں کہ مامون نے ان کے سامنے عہدۂ قضا کی پیش کش کی تو فرمایا: ''امیر المومنین! عدالتی معاملہ میں حقوق الٰہی کی نگرانی کیجئے اور اپنی امانت مجھ جیسے کو سپرد نہ فرمایئے، مجھے غصہ میں اپنے اوپر قابو نہیں رہتا، میں اپنے اللہ کے بندوں میں فیصلہ کرنے کے کام کو پسند نہیں کرتا''۔ مامون نے یہ سن کر کہا کہ آپ درست کہتے ہیں۔

امام محمد اور قاضی ابویوسف کے تلامذہ میں سے ہیں اور ان سے ان کی کتابوں کے راوی بھی ہیں، فقہ وحدیث میں معلیٰ بن منصور کے رفیق رہے ہیں، معلیٰ بن منصور امام مالک، لیث بن سعد، حماد اور ابن عیینہ کے شاگرد ہیں، ان کی تصانیف میں السیر الصغیر، کتاب الصلاۃ اور کتاب الرہن جیسی کتابیں ہیں، ۲۰۰ھ کے بعد ان کی وفات ہوئی ہے، فرماتے تھے کہ

میں نے حماد بن زید سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے، میں ابوحنیفہ سے محبت کرتا ہوں، کیونکہ وہ ایوب سختیانی سے تعلق رکھتے ہیں۔یادرہے کہ ایوب سختیانی امام اعظمؒ کے اساتذہ میں سے ہیں۔

کتاب الآثار بروایت امام ابو یوسف:......کتاب الآثار کے امام اعظمؒ سے دوسرے راوی قاضی ابو یوسفؒ امام احمد بن حنبلؒ کے استاد ہیں، ان کے اس نسخہ کا تذکرہ حافظ عبدالقادر قرشی نے ''الجواہر المضیئہ'' میں کیا ہے، چنانچہ امام یوسف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: روى كتاب الآثار عن أبيه عن أبي حنيفة۔

پروفیسر الشیخ محمد ابوزہرہ لیکچرر فواد یونیورسٹی نے ''ابوحنیفہ'' نامی کتاب میں اس پر جو عالمانہ تبصرہ کیا وہ بھی پڑھ لیجئے۔

''یہ کتاب علمی طور پر تین وجہ سے قیمتی ہے: اول یہ کہ امام ابوحنیفہؒ کی مرویات کا ذخیرہ ہے اور اس کے ذریعے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف نے استخراج مسائل میں احادیث کو کیسے دلائل کے طور پر استعمال کیا ہے۔ دوم یہ کہ یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ امام موصوف کے یہاں مواقع استدلال میں فتاویٰ صحابہ اور احادیث مرسلہ کا کیا مقام تھا۔ سوم یہ کہ اس کتاب کے ذریعے تابعین فقہائے کوفہ کے خصوصاً اور فقہائے عراق کے عموماً فتاویٰ تک ہماری رسائی ہو جاتی ہے''۔ (ابوحنیفہ صفحہ ۲۰۰)

کتاب الآثار بروایت امام زفرؒ:......پورا نام زفر بن الہذیل العنبری ہے، ان سے کتاب الآثار کی روایت ان کے تین شاگردوں نے کی ہے، (۱) ابووہب محمد بن مزاحم (۲) شداد بن حکیم (۳) حکیم بن ایوب۔

محمد بن مزاحم اور شداد بن حکیم کے حوالے سے جو کتاب الآثار مروی ہے اس کا مشہور محدث ابوعبداللہ الحاکم نے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

نسخة الزفر بن الهذيل الجعفي تفرّد بها عند شداد بن حكيم البلخي ونسخة ايضاً لزفر بن الهذيل الجعفى تفرد أبووهب محمد بن مزاحم المروزي ۔(معرفة علوم الحديث :۱٦٤)

حدیث کے مشہور امام محمد بن نصر مروزی نے اپنی کتاب قیام لیل وقیام رمضان وکتاب الوتر میں امام اعظمؒ کی جس کتاب کا ''زعم النعمان في كتاب ''یعنی ''امام ابوحنیفہ کا اپنی کتاب میں خیال ہے'' کے پیرائے میں تذکرہ کیا ہے وہ بھی ابووہب محمد بن محمد کے حوالے سے ملی ہے، یہ نیشاپور کے نامی گرامی قاضی ہیں، ان سے حافظ ابوعبداللہ حاکم نے حدیث پڑھی ہے، امام حاکم نے تاریخ نیشاپور میں لکھا ہے کہ ان کے لئے ۲۲۵ھ میں حرمین میں باقاعدہ مجلس درس لگتی تھی ان کی وفات ۳۳۸ھ میں ہوئی ہے، حافظ سمعانی نے ''لأنساب''، میں ابووہب محمد بن مزاحم کو احمد بن بکر بن یوسف کا استاد قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

يروى عن أبي وہب محمد بن مزاحم المروزي عن زفر عن أبي حنيفة

كتاب الآثار۔

(الجواهر المضيئة:

(٦٢/١

کتاب الآثار احمد بن بکر اپنے استاد محمد بن مزاحم سے بحوالہ زفر عن ابی حنیفہ روایت کرتے ہیں۔

أحمد بن رسته بن محمد بن المغيرة كان عنده السنن عن محمد عن الحكم عن زفر عن أبي حنيفة ۔(امام ابن ماجه اور علم حديث :١٧٣)

احمد بن رستہ کے پاس بحوالہ محمد از حکم از زفر از ابی حنیفہ کتاب السنن تھی۔امام طبرانی نے معجم صغیر میں اس نسخہ کی ایک حدیث روایت کی ہے۔

حدثنا أحمد بن رسته بن عمر الأصفهاني ثنا المغيرة الحكم بن أيوب عن زفر بن الهذيل عن أبي حنيفة ۔(معجم صغير طبرانى صفحه ٣٣)

حافظ ابن ماکولا نے بھی ''الاکمال'' میں احمد بن بکر کے تذکرے میں لکھا ہے:

أحمد بن بكر بن سيف أبوبكر ثقة يميل ميل أهل النظر روى عن أبي وهب عن زفر بن الهذيل عن أبي حنيفة كتاب الآثار۔(امام ابن ماجه اور علم حديث صفحه ١٧٢)

ان تصریحات کی موجودگی میں الشیخ محمد ابوزہرہ کا ''ابوحنیفہ، ص ١١٨'' میں یہ کہنا ''زفر لم يوثر عنه كتب ولم تعرف له رواية لمذهب شيخه '' درست نہیں ہے۔

کتاب الآثار بروایت امام حسن بن زیادؒ:...... کتاب الآثار کے تمام نسخوں میں یہ نسخہ غالباً سب سے بڑا ہے، کیونکہ امام حسن بن زیاد نے امام اعظم کی احادیث مرویہ کی تعداد چار ہزار بتائی ہے، چنانچہ امام حافظ ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری اپنی اسناد کے ساتھ امام حسن سے ناقل ہیں: كان أبو حنيفة يروى أربعة الآف حديث الفين لحماد وألفين لسائر المشيخة ۔(مناقب موفق :٩٦/١)

قرین قیاس یہی ہے کہ امام لؤلؤی نے امام اعظم کی ان تمام حدیثوں کو اپنے نسخہ میں روایت کیا ہوگا۔اس نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیر ان میں کیا ہے، چنانچہ وہ محمد بن ابراہیم بن جیش بغوی کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں:

محمد بن إبراهيم جيش البغوي روى عن محمد بن شجاع الثلجي عن الحسن بن زياد عن أبي حنيفة كتاب الآثار۔ (لسان الميزان)

محدث علی بن عبدالمحسن دوالیبی حنبلی نے اپنے ثبت میں اس نسخہ سے ساٹھ حدیثیں نقل کی ہیں، جن کو محدث شیخ محمد

زاہد کوثری نے ''الامتاع'' میں نقل کیا ہے۔

محدث خوارزمی نے جامع مسانید میں اس نسخہ کو ''مسند ابی حنیفہ للحسن بن زیاد'' کے نام سے پیش کیا ہے، خوارزمی نے اس نسخہ کی اسناد بھی امام حسن تک اپنے چاروں اساتذہ یعنی شیخ ابو محمد یوسف بن عبدالرحمٰن، شیخ ابو محمد ابراہیم بن محمود، شیخ ابونصر الاغر بن ابی الفضائل اور شیخ ابوعبداللہ محمد بن علی کے حوالہ سے اس طرح نقل کی ہے:

أخبرنا الحافظ أبوالفرح عبدالرحمن بن علي الجوزي قال أخبرنا ابوالقاسم إسماعيل بن أحمد السمرقندي قال أخبرنا أبو القاسم عبدالله بن الحسن قال أخبرنا أبوالحسن عبدالرحمن بن عمرقال أخبرنا أبوالحسن محمد بن إبراهيم بن جيش البغوي قال حدثنا أبوعبدالله محمد بن شجاع البلخي قال حدثنا الحسن بن زياد اللؤلؤي عن أبي حنيفة۔

(جامع المسانيد:١/

٧٣)

خوارزمی کی طرح دیگر محدثین بھی اس کو مسند ابی حنیفہ کے نام سے روایت کرتے ہیں، خود حافظ ابن حجر عسقلانی کی مرویات میں بھی یہ نسخہ موجود تھا، اس نسخہ کی اسانید اجازت کو محدث علی بن عبدالمحسن الدوالیبی حنبلی نے اپنے ''ثبت'' میں، حافظ ابن طولون نے ''الفہرست الأوسط'' میں، حافظ محمد بن یوسف نے ''عقود الجمان'' میں، محدث ایوب الخلوتی نے اپنے ثبت میں اور خاتمۃ الحفاظ محمد عابد سندھی نے '' حصر الشارد في أسانيد الشيخ محمد عابد '' میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور شیخ محمد زاہد کوثری نے ان کو ''الامتاع بسيرة الأبانين الحسن بن زياد ومحمد بن شجاع '' میں نقل کر دیا ہے۔

کتاب الآثار کی روایتی صحت: ......امام ابوحنیفہ سے احادیث کو اگرچہ ہزاروں آدمیوں نے روایت کیا ہے لیکن امام موصوف کے جن تلامذہ سے کتاب الآثار کی روایت کا سلسلہ چلا ہے، وہ یہ مذکورہ بالا چار حضرات ہیں، علامہ خوارزمی نے ''جامع المسانید'' میں اپنا سلسلہ سند ان چاروں حضرات تک بیان کر دیا ہے، ایسے ہی علامہ محمد سعید نے ''اوائل السنبلیہ'' میں بھی اپنا سلسلہ سند بتایا ہے۔ ہم ان بزرگوں کے علاوہ اور محدثین کا تذکرہ کرتے ہیں، جنہوں نے امام ابو حنیفہ سے کتاب الآثار کا باقاعدہ سماع کیا ہے۔

امام عبداللہ بن المبارک کے بارے میں مشہور محدث خطیب بغدادی نے ''تاریخ بغداد'' میں امام بخاری کے استاد حمیدی کی زبانی نقل کیا ہے:

سمعت عبدالله بن المبارك يقول :كتبت عن أبي حنيفة أربعمائة حديث۔(تاريخ

بغداد)

امام حفص بن غیاث سے حافظ حارثی نے بسند متصل نقل کیا ہے:

سمعت من أبي حنيفة حديثا كثيراً۔ (مناقب موفق :۱/۴۰)

شیخ الاسلام عبداللہ بن یزید مقری کے بارے میں علامہ کردری فرماتے ہیں:

سمع من الإمام تسعمائة حديث ۔(كردري:۲/۲۳۷)

حافظ ابن عبدالبر نے "جامع بیان العلم" میں امام وکیع بن الجراح کے متعلق سید الحفاظ یحییٰ بن معین کی زبانی انکشاف کیا ہے:

مارأيت أحدا أقدمه علىٰ وكيع وكان يفتى برأي أبي حنيفة وكان يحفظ حديثه كله وكان قدسمع من أبي حنيفة حديثا كثيراً۔(جامع بيان العلم :۲/ ۱۴۹)

حافظ موصوف ہی نے اپنی ایک دوسری کتاب میں امام حماد بن زید کے بارے میں لکھا ہے:

روى حماد بن زيد عن أبي حنيفة حديثاً كثيراً۔(الانتقاء:۱۳۰)

حافظ ابن عبدالبر نے خالد الواسطی محدث کے متعلق انکشاف کیا ہے:

روى عنه خالد الواسطي أحاديث كثيرة۔(الانتقاء :۱۳۰)

یہ وہ اکابر محدثین ہیں کہ جن میں سے ہر ایک علم حدیث وفقہ کا آفتاب وماہتاب ہے، یاد رہے کہ بجز مؤطا امام مالک کے اور کسی کتاب کے راوی اس قدر جلالت علمی کے مالک نہیں ہیں اور یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ صرف ان لوگوں کا ذکر ہے، جنہوں نے امام اعظمؒ سے کتاب الآثار کا سماع کیا ہے، ورنہ امام اعظمؒ سے احادیث روایت کرنے والے تو اس قدر زیادہ ہیں کہ بقول حافظ ذہبی روى عنه من المحدثين والفقهاء عدة لا يحصون۔(مناقب ذہبی: ۱۱)

کتاب الآثار کی علمی حیثیت:...... علمی طور پر کتاب الآثار کا مقام اور اس کی مرویات کی فنی حیثیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ قاضی ابوالعباس محمد بن عبداللہ بن ابی العوام اپنی کتاب میں بسند متصل لکھتے ہیں:

حدثني يوسف بن أحمد المكي ثنا محمد بن حازم الفقيه ثنا محمد بن علي الصائغ بمكة ثنا إبراهيم بن محمد عن الشافعي عن عبدالعزيز الدراوردي قال: كان مالك ينظر في كتب أبي حنيفة وينتفع بها۔(اخبار ابی حنیفہ،ص:۳)

غور فرمایئے کہ جب امام مالک مؤطا کی تالیف میں امام اعظمؒ کی کتابوں سے استفادہ فرماتے ہیں تو پھر کتاب

الآثار کی رفعت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا۔ اگر یہ واقعہ ہے اور واقعہ نہ ہونے کی وجہ ہی کیا ہے جبکہ شاہ عبدالعزیز لکھ رہے ہیں کہ "مؤطا کا درجہ صحیحین کے لئے بمنزلہ ماں کے ہے" تو پھر ماننا پڑے گا کہ اس لحاظ سے کتاب الآثار کا مقام بھی مؤطا امام مالک کے لئے یہی ہے، یعنی جو نسبت بخاری و مسلم کی کتابوں کو مؤطا امام مالک سے ہے، وہی نسبت مؤطا کو کتاب الآثار سے بھی ہے۔

حافظ مغلطائی فرماتے ہیں کہ پہلے جس نے صحیح تصنیف کی وہ مالکؒ ہیں، حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ مالکؒ کی کتاب خود ان کے نزدیک اور ان کے مقلدین کے نزدیک صحیح ہے۔ (تنویر الحوالک:۴)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ علامہ مغلطائی کے نزدیک اس بارے میں اولیت کا شرف امام مالکؒ کو حاصل ہے لیکن کتاب الآثار مؤطا سے پہلے کی تصنیف ہے جس سے خود مؤطا کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے، چنانچہ حافظ سیوطی رقمطراز ہیں:

من مناقب أبي حنيفة التي انفرد بها أنه أول من دوّن الشريعة ورتّبه أبواباً ثم تبعه مالك في ترتيب الموطا ولم يسبق أبا حنيفة أحد۔(تبييض الصحيفه:۳٦)

کتاب الآثار میں جو حدیثیں ہیں وہ مؤطا کی روایات سے قوت و صحت میں کم نہیں ہیں، جس طرح مؤطا کے مراسیل کے توابع و شواہد موجود ہیں، اسی طرح اس کے مراسیل کا حال ہے، اس لئے صحت کے جس معیار پر حافظ مغلطائی اور حافظ ابن حجر کے نزدیک مؤطا صحیح ہے، ٹھیک اسی معیار پر کتاب الآثار صحیح اترتی ہے، مؤطا کو کتاب الآثار سے وہی نسبت ہے جو صحیح مسلم کو صحیح بخاری سے ہے۔

کتاب الآثار کا تاریخی مقام:......اسناد و روایت کے لحاظ سے کتاب الآثار کا کیا مقام ہے، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ کتاب الآثار چالیس ہزار حدیثوں کے مجموعہ کا انتخاب ہے، امام بخاری کا زمانہ چونکہ اتباع تابعین کے بعد ہے، زمانے کی دوری کی وجہ سے ایک ایک حدیث کے ہزاروں طرق رونما ہو چکے تھے، اس لئے ان کی کتاب خود ان کے اقرار کے مطابق: أخرجته من نحوست مائة الف ۔(الحطة:۸۷)

لیکن امام ابوحنیفہ کا زمانہ صحابہ اور کبار تابعین کا زمانہ ہے، اس لئے یہاں طرق میں اتنی وسعت اور پھیلاؤ نہیں ہے، اس کے باوجود چالیس ہزار حدیثوں سے کتاب الآثار کا انتخاب عمل میں آیا ہے، چنانچہ امام ابوبکر بن محمد زرنجری فرماتے ہیں: انتخب أبو حنيفة الآثار من أربعين ألف حديث۔(مناقب ملموفق:۲/ ۹۵)

امام حافظ ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری جو ارباب صحاح ستہ کے معاصر ہیں، امام اعظمؒ سے بالسند ناقل ہیں:

"میرے پاس حدیث کے صندوق بھرے ہوئے موجود ہیں، مگر میں نے ان میں سے تھوڑی حدیثیں

نکالی ہیں، جن سے لوگ نفع اندوز ہوں"۔(مناقب ملموفق :۲/ ۹۵)

اور حافظ ابونعیم اصفہانی نے مسند ابی حنیفہ میں بسند متصل یحییٰ بن نصر کی زبانی نقل کیا ہے:

"میں امام ابوحنیفہ کے یہاں ایسے مکان میں داخل ہوا جو کتابوں سے اٹا ہوا تھا، میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ سب احادیث ہیں اور میں نے ان میں سے تھوڑی حدیثیں بیان کی ہیں"۔(عقود الجواہر المنیفہ:۱/۲۳)

امام اعظمؒ کی حدیث میں احتیاط کا بڑے بڑے محدثین نے اقرار کیا ہے، چنانچہ حافظ ابومحمد عبداللہ حارثی بسند متصل امام وکیع سے جو حدیث کے بہت بڑے امام ہیں، نقل کرتے ہیں: "جیسی احتیاط امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حدیث میں پائی گئی کسی دوسرے سے نہیں پائی گئی"۔(المناقب للموفق:۱/ ۱۹۷)

اسی طرح علی بن جعد جوہری سے جو حدیث کے بہت بڑے حافظ اور امام بخاری وابوداؤد کے شیخ ہیں، نقل کیا ہے:

قال علي بن الجعد أبو حنيفة إذا جاء بالحديث جاء به مثل الدر۔(جامع المسانید:۲/ ۳۰۸)

اور امام یحییٰ بن معین جن پر فن جرح وتعدیل کا دار ومدار ہے، فرماتے ہیں:

"ابوحنیفہ ثقہ ہیں جو حدیث ان کو یاد ہوتی ہے، وہی بیان کرتے ہیں اور جو حفظ نہیں ہوتی اس کو بیان نہیں کرتے"۔(تاریخ بغداد، تہذیب التہذیب)

امام عبداللہ بن المبارک جن کی جلالت شان پر محدثین کا اتفاق ہے، انہوں نے امام اعظمؒ کی شان میں جو مدحیہ اشعار کہے ہیں ان میں بھی کتاب الآثار کی نباہت شان کا ذکر ہے:

روی آثاره فأجاب فيها كطيران العصفور من المنيفة

انہوں نے آثار کو روایت کیا تو اتنی تیزی سے چلے جیسے بلندی سے پرندے شکاری اڑتے ہیں۔

فلم يك بالعراق له نظير ولا بالمشرقين ولا بكوفة

نہ تو عراق میں ان کی نظیر تھی، نہ مشرق ومغرب میں اور نہ کوفہ میں۔(المناقب:۲/۱۹۰)

کتاب الآثار کی امتیازی حیثیت:......چونکہ کتاب الآثار کا موضوع صرف احادیث ہیں جن سے فقہی مسائل کا استنباط ہوتا ہے اور جن کی حیثیت سنن کی ہے، اس لئے وہ سینکڑوں ابواب جو صحیحین اور جامع ترمذی جیسی حدیث کی کتابوں میں پھیلے ہوئے ہیں وہ کتاب الآثار میں نہیں ہیں کیونکہ ان ابواب کا تعلق فقہیات سے نہیں ہے، اسی لئے بعض محدثین نے کتاب الآثار کو کتاب السنن کے نام سے پکارا ہے، کتاب الآثار کا ایک نمایاں امتیاز یہ ہے کہ اس کی مرویات اس دور کی دیگر تصانیف کی طرح اپنے ہی شہر اور اقلیم کی روایات میں محدود نہیں بلکہ اس میں مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، غرضیکہ

حجاز، عراق دونوں جگہ کا علم تحریر وتدوین میں یک جا موجود ہے۔

حافظ ابن القیم فرماتے ہیں:

"دین وفقہ اور علم کی اشاعت امت میں اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ، اصحاب زید بن ثابتؓ، اصحاب عبداللہ بن عمرؓ اور اصحاب عبداللہ بن عباسؓ سے ہوئی ہے اور لوگوں کا عام علم ان چار ہی کے ساتھیوں سے لیا ہوا ہے، چنانچہ مدینہ والوں کا علم زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے اصحاب سے اور مکہ والوں کا علم عبداللہ بن عباسؓ کے اصحاب کا اور عراق والوں کا علم عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھیوں اور شاگردوں کا ہے"۔ (اعلام الموقعین: ۸/۱)

امام مالک نے مؤطا کی تالیف مدینے میں کی ہے اور اس میں مدنی شیوخ کے علاوہ اور لوگوں سے برائے نام روایتیں ہیں لیکن کتاب الآثار کے راویوں میں حجازی یا عراقی کی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ حجاز، عراق اور شام جملہ بلاد اسلامیہ کے علماء سے اس میں روایتیں موجود ہیں، آپ صرف امام محمدؒ کے حوالہ سے آئی ہوئی کتاب الآثار کا مطالعہ کیجئے اور امام اعظمؒ کے تمام شیوخ کو پڑھ لیجئے تو آپ کو ایک سو پانچ میں سے تیس کے قریب ایسے مشائخ ملیں گے، جن کا وطن کوفہ نہیں ہے، یہاں یہ بات خاص طور پر سمجھنے کی ہے کہ صحابہ میں جن بزرگوں میں سے مسائل منقول ہیں ان کی تعداد حافظ ابن القیم نے یہ بتائی ہے: والذين حفظت عنهم الفتوىٰ من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم مائة ونيف وثلاثون نفسا ما بين رجل وامرأة.

سب سے زیادہ کثیر الفتاویٰ یہ حضرات ہیں:

كان المكثرون منهم سبعة: عمر بن الخطاب، علي بن أبي طالب، عبدالله بن مسعود، عائشة أم المومنين وزيد بن ثابت وعبدالله بن عمر۔

ان سات میں بھی چار بزرگ بہت زیادہ ممتاز گزرے ہیں، شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

وأكابر هذا الوجه عمر وعلي وابن مسعود وابن عباس۔ (حجة الله البالغة: ۱۳۲/۱)

حافظ ابن حزم فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک ایک بزرگ کے فتاویٰ کو اگر جمع کیا جائے تو مستقل ایک ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے اور ابو بکر محمد بن موسیٰ کے بارے میں حافظ ابن القیم کی تصریح ہے کہ أحد أئمة الإسلام في العلم والحديث انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کے فتاویٰ کو یکجا کیا تو کل بیس جلدیں بنیں۔ (الاحكام في أصول الأحكام)

مؤطا میں حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے بہت کم روایات ہیں، شاہ ولی اللہ مصفیٰ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

"امام مالکؒ نے حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے کم روایات لی ہیں۔ ہارون رشید نے امام

مالکؒ سے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ لم یکونا ببلدي ولم ألق رجالهما یعنی یہ دونوں بزرگ میرے شہر میں نہ تھے اور میری ان کے اصحاب سے ملاقات نہیں ہوئی"۔ (مصفی: ۱/۱۴)

اس کے برعکس کتاب الآثار میں جس مقدار میں حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات ہیں اسی کے قریب قریب حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی بھی روایات ہیں۔

کتاب الآثار کی مقبولیت:...... حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے: مسند أبي حنيفه وآثار محمد بنائے فقه حنفيه است۔ (قرة العينين: ۱۸۵)

اس کا مطلب یہ ہے کہ امت مرحومہ کا سواد اعظم جس کی تعداد تمام عالم کے مسلمانوں میں دو تہائی ہے اس کے مذہب کا علمی سرمایہ امام ابوحنیفہؒ کی کتاب الآثار ہے اور اسے امت کی اکثریت کی تلقی بالقبول کا شرف حاصل رہا ہے، صرف اور صرف احناف ہی کی نہیں بلکہ ہر دور میں شروع ہی سے ائمہ نے بھی اس کتاب کی جلالت کو مانا ہے۔ امام مالکؒ کے بارے میں آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ عبدالعزیز دراوردی فرماتے ہیں کہ امام موصوف امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے اور ان سے نفع اندوز ہوتے تھے، امام شافعیؒ نے تصریح کی ہے: من لم ينظر في كتب أبي حنيفة لم يتبحر في الفقه۔ (مناقب)

خطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ ایک بار ابومسلم مستملی شیخ الاسلام یزید بن ہارون کے پاس جبکہ وہ بغداد میں منصور بن المہدی کے پاس فروکش تھے، بالاخانے میں پہنچ گئے، ابومسلم نے دریافت کیا:

ماتقول يا أباخالد في أبو حنيفة والنظر في كتبه؟ "اے ابوخالد! تمہاری ابوحنیفہ اور ان کی کتابوں کے مطالعہ کے بارے میں کیا رائے ہے؟"

آپ نے فرمایا: انظروا فيها إن كنتم تريدون أن تفقهوا فإني مارأيت أحدا من الفقهاء يكره النظر في قوله۔ "اگر تم فقیہ بننا چاہتے ہو تو ان کا مطالعہ کرو میں نے کسی بھی فقیہ کو ان سے بے نیاز نہیں دیکھا"۔

(تاريخ بغداد: ۱۳/۳۴۲)

ایک اور موقع پر جب یزید بن ہارون حدیث کا درس دے رہے تھے طلبہ کو خطاب کر کے کہنے لگے:

"تمہارا پیش نہاد تو بس حدیث سننا اور جمع کر لینا ہے اگر علم تم لوگوں کا مقصد ہوتا تو حدیث کی تفسیر اور اس کے معانی کی تلاش کرتے اور ابوحنیفہ کی تصانیف اور ان کے اقوال میں غور کرتے تب حدیث کی حقیقت تم پر واضح ہوتی"۔ (مناقب ملاعلی قاری: ۲/۲۴۵)

اور حافظ عبداللہ بن داؤد الخریبی فرماتے ہیں:

''جوشخص چاہتا ہے کہ نابینائی اور جہالت کی ذلت سے نکلے اور فقہ کی لذت سے آشنا ہو اس کو چاہئے کہ ابو حنیفہ کی کتابیں دیکھے''۔(مناقب الموفق:۲/۴۸)

ان ہی حافظ عبداللہ بن داؤد الخریبی کا بیان خطیب بغدادی نے نقل کیا ہے:

''عبداللہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنی نمازوں میں امام ابو حنیفہؒ کے لئے دعا کریں، کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے لئے فقہ اور سنن کو محفوظ کر دیا ہے''۔(تاریخ بغداد:۱۳/۳۴۴)

حافظ ابو یعلی خلیلی نے ''کتاب الارشاد'' میں امام مزنی کے ترجمہ میں لکھا ہے، امام مزنی امام شافعیؒ کے بڑے تلامذہ میں سے ہیں اور امام طحاوی کے رشتہ میں ماموں ہوتے ہیں، ایک بار ان سے محمد بن احمد شرطی نے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے ماموں کے خلاف ابو حنیفہ کا مذہب کیوں اختیار کیا، امام طحاوی نے فرمایا، اس لئے کہ

''میں اپنے ماموں کو دیکھا کرتا تھا کہ وہ ہمیشہ ابو حنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے ہیں لہٰذا میں نے بھی ان کے مذہب کو اختیار کر لیا''۔(وفیات الاعیان)

یہ ائمہ فقہ وحدیث کی تصریحات اور امام اعظم کی تصانیف کے بارے میں ان کے طرز عمل کی داستان ہے، اس سے آپ کتاب الآثار کی ان ائمہ میں جلالت قدر اور مقبولیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

کتاب الآثار کا محدثین پر اثر:......کتاب الآثار نے محدثین پر کیا اثر ڈالا اور امام اعظمؒ کے بعد آنے والے محدثین امام اعظمؒ سے اس فن کی تدوین میں کس قدر اثر پذیر ہوئے، اس کا ایک معمولی اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ روایات کی ترتیب اور تبویب کے سلسلے میں امام اعظم نے کتاب الآثار میں جو طریقہ اختیار کیا تھا بعد کے تمام مؤلفین نے اسی کو اپنایا، سیوطی کی تصریح کے مطابق مؤطا کی ترتیب اسی کو پیش نظر رکھ کر کی گئی، اسی طرح روایات کی صحت کے بارے میں امام اعظمؒ نے جو معیار قائم کیا تھا بعد کے ارباب صحاح نے اختلاف مذاق کے باوجود اس کا پورا پورا خیال رکھا، حافظ ابن عدی نے بسند متصل امام بخاری سے نقل کیا ہے: ما أدخلت في كتابي إلا ما صح۔(مقدمہ فتح الباری :۵)

امام مسلم نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ میں نے صحیح میں وہی حدیثیں درج کی ہیں جن کی صحت پر مشائخ وقت کا اتفاق تھا، چنانچہ خود ان کا بیان ہے: إنما وضعت ههنا ما أجمعوا عليه۔(صحیح مسلم)

امام اعظمؒ نے روایت سے احتجاج کے بارے میں ان بزرگوں سے پہلے یہ طرز عمل بنایا تھا:

إني أخذت بكتاب الله إذا وجدته فما لم أجده أخذت بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم والآثار الصحاح عنه التي فشت في أيدي الثقات۔(مناقب ملا علی قاری)

''میں مسئلہ کو جب کتاب اللہ میں پاتا ہوں تو وہاں سے لیتا ہوں اگر وہاں نہ ملے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی صحیح حدیثوں سے لیتا ہوں کہ جو ثقات کے ہاتھوں شائع ہو چکی ہیں''۔

امام سفیان ثوری نے امام اعظم کے اس طرز عمل کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے:

يأخذ بما صح عنده من الأحاديث التي كان يحملها الثقات وبالآخر من فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (الانتقاء:۱۴۲)

کتاب الآثار میں ان ہی آثار صحیحہ کو جن کی اشاعت ثقات کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے جمع کر دیا ہے، امام اعظم نے اس کتاب میں جو طرز عمل اختیار کیا تھا بعینہ وہی طرز عمل امام اعظم کی پیروی میں السیوطی کی تصریح کے مطابق امام مالکؒ نے مؤطا میں اختیار فرمایا ہے، جیسا کہ پیچھے گزرا کہ مؤطا کو شاہ عبدالعزیز نے اصل و اُم صحیحین قرار دیا ہے، شاہ صاحبؒ نے عجالہ نافعہ میں یہ بھی لکھا ہے:

''صحیح بخاری و مسلم اگرچہ تفصیل کے لحاظ سے مؤطا سے دس گنی ہے لیکن روایت احادیث کا طریقہ، رجال کی تمیز اور اعتبار و استنباط کا ڈھنگ مؤطا ہی سے سیکھا ہے''۔ (عجالہ نافعہ:۵)

اگر بخاری و مسلم نے مؤطا سے سیکھا ہے تو امام مالکؒ نے مؤطا میں امام اعظمؒ کی کتاب الآثار کی پیروی کی ہے، اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوا کہ روایات کی ترتیب و تبویب اور صحت کے بارے میں جو معیار امام اعظمؒ نے قائم کر دیا تھا اس کی سب نے پیروی کی ہے، بس لحاظ سے کتاب الآثار صحیحین کی اُم الام ہوئی ہے۔

تبویب اور ترتیب تو بڑی بات ہے محدثین نے نام تک تجویز کرنے میں امام اعظمؒ کی تقلید کی ہے، چنانچہ امام طبری نے اپنی کتاب کا نام ''تہذیب الآثار''، حافظ ابو جعفر طحاوی نے ''معانی الآثار''، ''مشکل الآثار'' اور امام ثلجی نے ''تصحیح الآثار'' رکھا۔

بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ کتاب الآثار سے پہلے حدیث کی کوئی کتاب ابواب پر مرتب نہیں تھی، کتاب الآثار تصنیف ہوئی تو حدیث کی تبویب کا رواج شروع ہوا اور چونکہ اس میں تبویب کے ساتھ صحیح روایات درج کرنے کا التزام تھا اس لئے بعد میں ابواب پر تصنیف کے لئے بھی یہ ضروری ہو گیا کہ صحیح روایات درج کتاب کی جائیں، چنانچہ حافظ سیوطی رقمطراز ہیں:

إن المصنف على الأبواب إنما يورد أصح ما فيه ليصلح الاحتجاج (تدريب الراوی:۵۶)

ان تصریحات سے آپ کو اتنی بات کا ضرور اندازہ ہو گیا ہو گا کہ حسن ترتیب، جودت تالیف، صحت روایات اور ان کے انتخاب میں ''کتاب الآثار'' نے بعد میں آنے والے مصنفین کے لئے کیسا اچھا نقش قدم چھوڑا ہے۔

☆......☆......☆